

تکبیر:

ایک تجزیاتی مطالعہ

حافظ محمد زبیر

اللہ تعالیٰ نے انسان کے ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح کے لیے شریعت اسلامیہ اور انبیاء و رسل کا سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ انسانی طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ وہ باطن کی نسبت ظاہر پر توجہ زیادہ دیتی ہے اور باطن کی اصلاح کی بجائے ظاہر شریعت پر عمل ہی کو کھل دین سمجھ لیتی ہے۔ سابقہ مسلمان اقوام مثلاً یہود پر بھی ایک زمانہ ایسا آیا کہ وہ موسوی شریعت کے ظاہر میں اس قدر الجھے کہ اپنی باطنی اصلاح سے کُل طور پر غافل ہو گئے۔ اس زمانہ میں ان میں تورات کے بڑے بڑے فقہاء اور علماء تو موجود تھے اور ظاہر شریعت پر عمل بھی خوب ہو رہا تھا، لیکن منکسر المزاجی، تواضع، انکساری، نرم دلی، خدا خونی، اللہیت، خشیت، تقویٰ اور تقرب الی اللہ جیسے اوصافِ حسنہ مفقود تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی باطنی اصلاح اور تزکیہ کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاصر انجیل میں موجود خطبات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے علمائے یہود کو اپنے باطن کی اصلاح اور تزکیہ نہ کرنے کی وجہ سے شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔

خیر القرون کے بعد امت مسلمہ کی اکثریت میں بھی باطن کی اصلاح یا تزکیہ نفس کی نسبت ظاہر شریعت یعنی فقہی مسائل اور ان پر عمل کی طرف توجہ زیادہ رہی ہے، جس کی وجہ سے دین کا یہ اہم گوشہ نظر انداز ہوتا رہا ہے۔ کچھ طبقات نے اگر ہر دور میں اصلاحِ باطن کی طرف 'تصوف' کے نام سے توجہ دی بھی تو اس میں اصلاح کے شرعی منہج اور طریقہ کار کو نظر انداز کیا گیا اور اپنے ذاتی مشاہدات و تجربات کو اصلاحِ باطن اور تزکیہ کے نبوی طریق کار پر ترجیح دی گئی۔ اصلاحِ باطن اور تزکیہ نفس کا ایک اہم موضوع رذائل سے اپنے نفس اور باطن کو پاک کرنا ہے۔ رذائلِ انسانیہ میں سے ایک اہم تر وصف تکبر ہے۔ تکبر سے ملتے جلتے کئی ایک رذائل کی کتاب و سنت میں نشاندہی کی گئی ہے جو درج ذیل ہیں:

(۱) کبر (۲) عُجْب (۳) حُبِّ جاہ (۴) حُبِّ تفوق (۵) ریا

تکبیر

تکبیر کا معنی اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو حقیر جاننا ہے۔ کتاب و سنت میں تکبر کرنے والے کے لیے 'متکبر' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ متکبرین کے بارے میں نصوص میں بہت شدید وعید آئی ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِغْفَالٌ ذَرَّةً مِنْ كِبْرٍ)) (۱)

”وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی اپنی بڑائی ہو۔“
تکبر کے بارے میں اس مضمون میں ہم نے تکبر کی حرمت اور شاعت پر نصوص کی کثرت نقل کرنے کی بجائے صالحین اور اہل علم کے اقوال کی روشنی میں اس باطنی مرض کا ایک تجزیہ کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ اس مرض کی تشخیص اور پہچان عام ہو سکے۔

تکبر کی اقسام

اہل علم نے تکبر کی تین بڑی اقسام بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

- (۱) اللہ پر تکبر کرنا، یعنی اللہ کے مقابلے میں اکثرنا، جیسا کہ فرعون نے اس تکبر کا اظہار کیا تھا اور ﴿أَنَا رَبُّكُمْ الْأَعْلَى﴾ کا دعویٰ کیا تھا۔ تکبر کی یہ قسم دہریت کا لازمہ ہے۔ دہریت یعنی اللہ کا منکر تکبر کی اس قسم میں لازماً مبتلا ہوتا ہے۔ عموماً دہریوں کی زبان سے یہ الفاظ سننے میں آتے ہیں کہ ہم نے اہل مذہب کے خدا کو اس دنیا سے نکال دیا ہے۔ یہ تکبر کی بدترین صورت ہے۔ جو مسلمان یا آسمانی مذاہب کے قائلین اللہ کے وجود کے بارے میں مشکوک ہو جاتے ہیں یا کسی وہم کا شکار ہو جاتے ہیں، وہ بھی اس تکبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ایسے پریشان خیالوں کی زبان پر آپ اکثر یہ جملے نوٹ کریں گے کہ پتا نہیں خدا ہے بھی یا نہیں؟ اگلی دنیا میں جزا و سزا ہے بھی یا نہیں؟ ہم نہ تو خدا کا اقرار کرتے ہیں اور نہ ہی انکار وغیر ذلک۔
- (۲) اللہ کے رسول ﷺ پر تکبر کرنا، یعنی حق کے معاملہ میں اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت نہ کرنا اور اکر جانا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا اچھے کپڑے یا نیا جوتا پہنا بھی تکبر میں داخل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔“ اور جہاں تک تکبر کا معاملہ ہے تو وہ یہ ہے:

((الْكِبْرُ بَطْرُ الْحَقِّ وَغَمَطُ النَّاسِ)) (۲)

”تکبر تو حق بات کو جھٹلا دینا ہے اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔“

تکبر کی اس قسم میں اعتقادی منافقین اور منکرین حدیث مبتلا ہوتے ہیں۔ ایسے حضرات کی زبانوں سے ایسے جملے بکثرت سننے کو ملیں گے کہ محمد ﷺ بھی تو ہمارے جیسے انسان ہیں تو ان کی اتباع و اطاعت کیوں؟ یا ہم بھی اللہ کے کلام کو ایسے ہی سمجھ سکتے ہیں جیسا کہ محمد ﷺ نے سمجھا ہے یا محمد ﷺ کی قرآنی تفسیر و تشریحات تو عرب کے غیر متمدن معاشرے کے لیے تھیں نہ کہ ہماری آج کی متمدن اور مہذب دنیا کے لیے یا محمد ﷺ کو قرآن سمجھنے کا جتنا حق حاصل تھا اتنا ہمیں بھی حاصل ہے وغیر ذلک۔

(۳) اللہ کے بندوں پر تکبر کرنا، یعنی کسی بھی وصف کے اعتبار سے دوسرے انسانوں کی نسبت اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور انہیں حقیر جانا۔ صحیح مسلم کی مذکورہ بالا روایت میں غمط الناس کا معنی بعض اہل علم نے یہ بیان

(۲) ایضاً۔

(۱) صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانہ۔

کیا ہے کہ اللہ کی دی ہوئی کسی نعمت میں اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسروں کو اس نعمت میں حقیر جاننا غمط الناس ہے جسے آپ ﷺ نے تکبر کہا ہے۔ انسانوں میں تکبر کی سب سے عام قسم یہی ہے۔

اللہ کے بندوں پر تکبر کی صورتیں

اسلامی معاشروں میں تکبر کی اس قسم کی بے شمار صورتیں پائی جاتی ہیں جن میں چند ایک کی ہم نشاندہی کر رہے ہیں:

(۱) مال کے ذریعے تکبر کرنا جو بادشاہوں، تاجروں اور مالداروں میں ہوتا ہے۔ اس صورت میں ایک مالدار شخص مال کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔ جو مالدار بھی غریب کو حقیر جانے، یعنی اس کے پاس بیٹھنے یا اس کے ساتھ کھانے یا اس کے ساتھ چلنے یا اس سے گفتگو کرنے یا اس کے گھر جانے یا اس کے محلے میں جانے یا اس کے ساتھ دوستی کرنے میں ہچکچاہٹ اور حجاب محسوس کرے تو بلاشبہ وہ اس تکبر میں مبتلا ہے۔ عموماً مالدار دین دار گھرانوں میں بھی یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ وہ اس تکبر میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایک دینی ادارے میں حفظ کی کلاس سے ایک مالدار دینی رجحان رکھنے والے خاندان نے اپنے بچے اس لیے اٹھالیے کہ اس ادارے میں ان کے ملازمین کے بچے بھی ساتھ ہی حفظ کر رہے تھے۔ عام طور پر اس کا بہانہ یہ بنایا جاتا ہے کہ غرباء کے بچوں میں تہذیب نہیں ہوتی، حالانکہ امراء کے بچے جس قدر مہذب ہوتے ہیں اس کا جائزہ انگلش میڈیم سکول کے بچوں کی چال چلن کی رپورٹس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ اصل میں یہ تکبر ہے جس کی وجہ سے امراء اپنے بچوں کو اپنے ملازمین یا غرباء کے بچوں کے ساتھ پڑھانے میں حجاب محسوس کرتے ہیں ورنہ بچے تو سبھی فطرت سلیمہ پر ہوتے ہیں جسے دینی ماحول مل جائے اس کی تربیت ہو جاتی ہے اور جسے نہ ملے وہ چاہے غریب کا بچہ ہو یا امیر کا بگڑ جاتا ہے۔

(۲) جمال کے ذریعے تکبر کرنا جیسا کہ عموماً عورتوں میں ہوتا ہے۔ جب کوئی خاتون اللہ کی طرف سے عطا کیے گئے حسن پر اتراے اور دوسری خواتین کو اپنے سے کم تر سمجھے تو وہ تکبر کی اس قسم میں بلاشبہ مبتلا ہو چکی ہے۔ اس صورت میں حسین خاتون دوسری خواتین کے خدو خال یا رنگت یا پہننے اور ہنسنے کے سلیقہ پر متنی تبصرے کرتی نظر آتی ہے کہ فلاں کو تو پہنے کا ڈھنگ ہی نہیں ہے یا فلاں اپنی شکل و صورت میں بہت ہی سادی ہے یا فلاں کے چہرے پر تو مسکینی ہی چھائی رہتی ہے یا فلاں سٹائلس نہیں ہے۔ ایسے تمام تبصروں سے اگر تو حسین عورت کا مقصود اپنے آپ کو دوسری خواتین کے بالمقابل برتر سمجھنا یا ثابت کرنا ہو تو یہ تکبر ہے اور اگر اس کے دل میں ان تبصروں کے وقت اپنے حسن کی بڑائی موجود نہ ہو تو یہ نسبت ہے جو تکبر ہی کی طرح حرام ہے، اگرچہ حرمت میں اس کا گناہ تکبر سے کم ہے۔

(۳) اپنے پیروکاروں کی کثرت کے ذریعے تکبر کرنا جیسا کہ علماء یا صوفیاء یا گدی نشینوں یا خطباء یا واعظین یا مذہبی و سیاسی جماعتوں یا انقلابی تحریکوں کے قائدین میں ہوتا ہے۔ تکبر کی اس صورت میں ایک شخص اپنے تابعین یا متاثرین کی کثرت کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ مثلاً

جب کوئی بڑا خطیب یا مشہور واعظ دوسرے خطباء و واعظین پر یہ تبصرہ کرے کہ انہیں تو منبر پر کھڑا ہونا ہی نہیں آتا یا انہیں تو پتا ہی نہیں تقریر کیسے کرتے ہیں؟ یا فلاں خطیب تو بس جمعہ ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں، وغیر ذلک، تو یہ خطیب اور واعظ بھی بلاشبہ تکبر کے مرض میں مبتلا ہو چکا ہے۔ بعض اوقات تبعین اور متاثرین بھی اس تکبر میں مبتلا ہوتے ہیں، مثلاً کسی جماعت یا تحریک سے وابستہ کارکنان اپنی جماعت یا تحریک کے ممبران کی کثرت پر اترتے نظر آتے ہیں یا علماء، شیوخ، اساتذہ، صوفیاء اور مرتبین کے پیروکار اپنے عالم، پیر، شیخ، مربی اور استاذ کو دوسرے علماء، صوفیاء، شیوخ، مرتبین اور اساتذہ کے مقابلے میں آسمان پر چڑھانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو یہ حضرات اپنے شیخ، استاذ، پیر یا مربی کو دوسروں سے بالاتر قرار دیتے ہوئے دراصل یہ ثابت کرنا چاہ رہے ہوتے ہیں کہ جب ہمارے شیخ اور استاذ تمہارے شیخ اور استاذ سے بہتر ہیں تو ہم ان شیوخ و اساتذہ کے شاگرد دوسرے شیوخ و اساتذہ کے شاگردوں سے بہتر ہیں۔

(۴) اپنے علم پر تکبر کرنا، جیسا کہ بعض علماء میں یہ مرض پایا جاتا ہے۔ اس صورت میں ایک عالم دین اپنے علاوہ علماء کو اپنے سے حقیر سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا جانتا ہے۔ بعض شیوخ الحدیث، مفتیان کرام، کبار علماء اور محققین کو آپ دیکھیں گے کہ سالکین کے ساتھ بیٹھنا اپنے وقار کے منافی سمجھتے ہیں؛ یا طالبان دین اور نوجوان علماء کے ساتھ علمی تبادلہ خیال میں عار محسوس کرتے ہیں؛ یا کسی بدو مخلص سائل کی رہنمائی کو اپنے وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں؛ یا دوسرے علماء کے دلائل پر اس لیے توجہ نہیں دیتے یا ان کی تحقیقات سے استفادہ نہیں کرتے کہ وہ علم میں ان کو اپنے سے کم تر سمجھتے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ علمی تکبر کے اس دریا میں فقہی مسالک و مذاہب کے تبعین کی اکثریت سر تا پا غرق ہے۔ ایک مسلک کے نمائندہ علماء دوسرے مسالک و مذاہب کے علماء کو حقیر جانتے ہیں اور انتہائی اخلاص سے یہ تکبر اپنے دل میں پالتے رہتے ہیں کہ علمی اعتبار سے اس جہاں میں ہمارا کوئی ثانی نہیں ہے۔ ہمیں یہ کہنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ اگر کسی بڑے عالم دین، شیخ الحدیث یا مفتی صاحب کو مذہبی جلسہ و تقریب کے دوران سٹیج پر جگہ نہ ملے اور وہ عوام الناس کے ساتھ نیچے فرش پر بیٹھنے میں حجاب محسوس کریں تو یہ عالم دین، شیخ الحدیث اور مفتی صاحب علمی تکبر میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی عالم دین یا شیخ الحدیث یا مفتی صاحب کو مخاطب کرتے وقت القابات کا لحاظ نہ کیا جائے اور براہ راست ان کا نام لے لیا جائے اور وہ اس کو برا جائیں تو بلاشبہ یہ بھی تکبر ہی کی ایک قسم ہے۔ اس بحث سے مقصود کلام یہ ہے کہ ہمارے ذہنوں میں عام طور پر تکبر کی یہ صورتیں نہیں ہوتی ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص کو اپنے ہر فعل اور عمل کا محاسبہ اور تجزیہ کرتے رہنا چاہیے کہ میرا یہ عمل کہیں میری باطنی نشوونما یا تزکیہ میں رکاوٹ تو نہیں بن رہا ہے۔

تکبر کے درجات

بعض اہل علم نے تکبر کے تین درجات بیان کیے ہیں:

(۱) دل میں اپنی بڑائی ہو اور ظاہر میں تواضع و انکساری۔ تکبر کا یہ درجہ انتہائی خطرناک ہے اور اس کا تجزیہ کرنا

بھی انسان کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس درجہ میں تکبر صرف دل تک محدود رہتا ہے اور انسان کے عمل یا قول میں داخل نہیں ہوتا۔

(۲) تکبر کا دوسرا درجہ دل کے بعد اپنے افعال و اعمال میں تکبر کا اظہار کرنا ہے۔ مثلاً کوئی شخص مجالس، محافل، دوستوں، خاندان اور معاشرے میں اپنے عمل و فعل کے ذریعے اپنی بڑائی چاہے جیسا کہ ہم نے سابقہ صفحات میں اس کی کئی ایک مثالیں بیان کی ہیں۔ حدیث میں تہبند یا شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کو عملی تکبر میں شامل کیا گیا ہے۔ گردن میں چادر ڈال کر دونوں کندھوں سے نیچے لٹکانا بھی پنجاب کے چوہدریوں میں عملی تکبر کی ایک صورت ہے۔ بعض اوقات جہوں اور قبوں کے ذریعے بھی عملاً اپنی بڑائی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

(۳) تکبر کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے دل اور عمل سے بڑھ کر اپنی زبان سے فخر کا اظہار کرے، مثلاً اپنے تزکیہ نفس یا نیک ہونے کے دعوے کرے۔ بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ باتوں باتوں میں ہر کسی کو اپنے تجدد گزار ہونے یا نیک ہونے یا بڑا عالم دین ہونے یا تعلیمی اسناد کی تاریخ سنانے یا عظیم محقق ہونے یا فاضل پروفیسر ہونے یا دین کا عظیم خادم بتلانے کے لیے بے چین و مضطرب ہوتے ہیں۔ بلاشبہ اس قسم کے اقوال میں تکبر قوی کی واضح صورت جھلکتی نظر آتی ہے۔ اگر کسی شخص میں یہ عادت ہو تو اسے اپنی باطنی اصلاح کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

تکبر کے اسباب

تکبر کیوں پیدا ہوتا ہے؟ یا اس کے اسباب کیا ہیں؟ تکبر کے اسباب میں سے اہل علم نے حسد، بغض، کینہ، عجب اور ریا کا تذکرہ کیا ہے۔ جب کوئی شخص مال، علم، حسن و جمال یا مقام و مرتبے میں دوسرے سے حسد محسوس کرتا ہے تو عموماً اس پر تکبر کے ذریعے بڑائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص کسی دوسرے سے اپنے دل میں بغض اور کینہ رکھتا ہے تو یہ بھی اس کے تکبر کا سبب بن جاتے ہیں۔ اپنے نفس کے عشق میں مبتلا ہونا یعنی خود پسندی اور عجب بھی تکبر کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے۔ اسی طرح ریا کاری بھی تکبر کے اسباب میں داخل ہے۔

تکبر کا علاج

اہل علم نے تکبر کے دو قسم کے علاج تجویز کیے ہیں جو ذیل میں بیان کیے جا رہے ہیں:

علمی علاج: تکبر کا علمی علاج یوں کیا جاسکتا ہے کہ انسان جب اللہ کی دی ہوئی کسی نعمت یا صفت یا کمال پر اپنے نفس میں بڑائی محسوس کرے تو یہ سوچ بار بار پیدا کرے:

(۱) میرے اندر کا یہ کمال حق سبحانہ و تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے، یعنی عطائی ہے اور اس کے حصول میں میرا کوئی ذاتی عمل دخل نہیں ہے۔

(۲) میں کسی ذاتی اہلیت کی بنا پر اس نعمت خداوندی کا مستحق نہیں تھا، لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ کمال عطا فرما کر

مجھے اپنی رحمت سے نوازا ہے۔

(۳) اس کمال کے اللہ کی طرف سے عطا کیے جانے کے بعد اس کی بقا میرے اختیار اور بس میں نہیں ہے اور کسی بھی وقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ اسے سلب کر سکتے ہیں۔

(۴) اگرچہ دوسرے شخص میں یہ کمال فی الحال نہیں ہے لیکن ممکن ہے مستقبل قریب یا بعید میں اسے یہ کمال مجھ سے بھی زائد درجہ میں حاصل ہو جائے۔

(۵) اس کا بھی غالب امکان ہے کہ دوسرے شخص میں کچھ ایسے کمالات ہوں جو میری نظر سے مخفی ہوں اور ان کی بنا پر اس کا رتبہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاں مجھ سے زائد ہو۔

عملی علاج: تکبر کا عملی اور بہترین علاج یہ ہے کہ انسان جس کو اپنے نفس سے چھوٹا سمجھے، اس کے ساتھ بیٹھے کھائے، پئے، گفتگو کرے، دوستی کرے، اس کا احترام کرے، اس کے بارے میں تحسین کے کلمات کہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ مثلاً ایک امیر اپنے تکبر کو غرباء میں بیٹھ کر اور ایک عالم دین اپنے تکبر کو طلبہ میں بیٹھ کر دور کر سکتا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اہل علم نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ شریعت میں ازالہ نہیں بلکہ امانہ ہے، یعنی معصیت کا مادہ ہی انسان سے ختم ہو جائے تو یہ شریعت کا مطالبہ نہیں ہے، بلکہ شریعت کا مطالبہ یہ ہے کہ انسان معصیت کے تقاضوں پر عمل نہ کرے اور ان کو کنٹرول کرے۔ پس تکبر کا مادہ ختم کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ تکبر کے تقاضوں پر عمل نہ کرنا اور اس بیماری کا علاج کرنا مقصود شرع ہے۔

تکبر سے متعلقہ بعض دوسری اصطلاحات

مضمون کے شروع میں ہم نے تکبر سے متعلق بعض دوسری اصطلاحات کا تذکرہ کیا تھا، ان کا ایک مختصر تعارف ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں تاکہ تکبر کے علاوہ ان باطنی بیماریوں کی پہچان بھی سالکین کے لیے آسان ہو۔

عجب: اس سے مراد اپنے کو بڑا سمجھنا ہے۔ اس میں دوسری قید شامل نہیں ہے یعنی دوسرے کو حقیر سمجھنا۔ اسے خود بینی یا خود پسندی کا نام بھی دیا جاتا ہے، یعنی اپنے نفس کو ہی دیکھتے رہنا یا اپنے نفس ہی کے عشق میں مبتلا ہو جانا۔ قرآن میں خود پسندی کے لیے 'مجتال' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

حُبّ جاہ: اپنے آپ کو دل ہی دل میں بڑا سمجھنا اور اس کی کوشش بھی کرنا کہ دوسرے بھی مجھے بڑا سمجھیں۔
حُبّ تفوق: دوسروں پر غالب آنے کی شدید خواہش رکھنا اور اس پر عمل کرنا جب تفوق کہلاتا ہے۔ مشہور فلسفی 'ایڈلز' نے 'urge to dominate' کے نام سے اس بارے میں ایک پورا فلسفہ متعارف کروایا ہے۔

ریا: کسی دینی عمل کو لوگوں کی نظر میں بڑا بننے کا ذریعہ بنانا یا کاری کہلاتا ہے۔
تکبر سے متعلق ان اصطلاحات میں ہر ایک مستقل مضمون کی متقاضی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس موذی مرض سے بچنے اور لگ جانے کی صورت میں اس کا علاج کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

